یوسف عزیز مگسی کے گم گشتہ مکاتیب کے موضوعات اور اسلوب

The Themes and Styles of Yusuf Aziz Magsi's lost Letter

Dr. Keran Dawood Bat*

Farzana Khadarzay♦

Dr. Liaquat Ali Sani♠

ABSTRACT:

Yusuf Aziz Magsi was the powerful voice of Balochistan in Urdu prose and poetry. In the second and third decades of the 20th century, his prose writing , especially the correspondings of Balochistani journaalists, have been published in urdu newspapers. In this research, the first five letters have come the fore through the first thesis. while the sisth letter was published for the second time in 1976 after being lost for many years. Among the major themes of these correspondence were the elemination of mutual grudges, promotion of unity, collective management and providing a better foundation for the future through efforts. His letters are the official beginning of the literary movement in Balochistan. it is written in simple, lucid and common language. The influence of urdu writers and poets on style is profound, they were more influenced by iqbal and abu kalam zazd. Apart from this, the colour of Sir Syed's friends was also reflected in his writing.

key words: yousuf, balochistan, letters, friends, newspappers.

یوسف عزیز مگسی کا شمار بلوچستان کے معروف سیاسی رہنماؤں میں ہوتا ہے۔وہ بلوچوں کے قبیلے مگسی کے سردار تھے۔ بیسویں صدی کے دوسرے اور تیسرے عشرے میں ان کی علمی و ادبی سرگرمیاں اس خطے میں اردو ادب کے فروغ کا باعث بنیں۔اسی تناظر میں ان کے مکاتیب کو سیاسی، علمی اور ادبی اہمیت حاصل ہے۔یہ خطوط اس عہد کی بلوچستانی سیاسی اکھاڑ پچھاڑ اورادبی منظر نامے کو سمجھنے میں معان ہیں۔ان کی مکتوب نگاری کا آغاز ۱۲اگست ۱۹۲۸ء سے ہوتا ہے۔یوں بلوچستان میں اردو خطوط نگاری کی تاریخ میں مذکورہ خط دوسرا دستیاب خط ہے جو انہوں نے میر سہراب خان ڈومبکی کو تحریر کیا تھا۔اس مختصر خط کو نجی خط کے طور پر لکھا گیا ہے۔ جس میں ڈھائی سطری روایتی حال احوال، خوشی اور تشکر کا اظہار ہے۔اس کے بعد اصل مدعا دو مختصر جملوں میں بیان کیا

* Asistent Profaisor, Urdu Department, S.B.K Woman UOB Quetta.

♦ Asistent Profaisor, Urdu Department, Got Gurles Degree College Quetta.

♠ Associate Professor, Department of Brahui, UOB Quetta.

گیا ہے ایک جملہ زمین لینے کے بارے میں ہے۔ جس کے لیے مکتوب نگار نے لکھا ہے کہ اس موضوع پر بعد میں بات کی جائے گی۔ اسی سے منسلک مگر پہلے لائے گئے جملے میں یہ اطلاع دی گئی ہے کہ خط تحریر کیے جانے کے دن وہ کشمیر جانے کے لیے تیار ہیں۔ یعنی ایک طے شدہ کام میں تعطل کا جواز بھی فراہم کیا گیا ہے۔ یہ چند سطریں یوسف عزیز مگسی کے مزاج اور ان کی نفسیات کی پرتیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ نواب خانوادے سے تعلق رکھنے کے باوجود وعدے کی پاس داری اور ان اسباب کا تذکرہ سامنے لانے سے جن کے باعث ایفائے عہد میں خلل آیا یہ ثابت کرتا ہے کہ ان کی تربیت اور اٹھان اعلیٰ اسلامی اور اخلاقی اقدار کے مطابق ہوئی تھی۔ خط میں مذکور یہ مختصر ساواقعہ اسی کی تمہید ہے۔

۱۹۲۸ء میں انہوں نے دو خط لکھے دونوں ہی میر سہراب خان ڈومبکی کے نام ہیں۔ ۱۹۲۹ء میں ایک خط تاج محمد خان ڈومبکی کو تحریر کیا گیا ہے۔ ان دو ابتدائی سالوں میں ان کی خطوط نگاری کی رفتار سست رہی مگر اس کے بعد اس میں وقت کے ساتھ تیزی آتی چلی گئی ہے۔ ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے یوسف عزیز مگسی کے خطوط کو مکاتیبِ یُوسف عزیز مگسی کے نام سے جون ۱۹۷۸ء میں مرتب کر کے چھپوایا ہے۔ جس کے بارے میں صرف یہی کہا جاسکتا ہے کہ یہ وہ خطوط ہیں جو جمع آوری کے وقت مرتب کو دستیاب ہو سکے تھے کیوں کہ مقالہ زیر نظر میں دیگر ذرائع سے ایسے خط بھی دریافت کر کے زیر بحث لائے گئے ہیں جو اس مجموعے میں شامل نہیں ہیں۔ بہر طور مذکورہ مجموعے میں پیش کیے گئے خطوط، یوسف عزیز مگسی کے خطوط کا سب سے بڑا اور منظم سرمایہ ہے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں ۵۶ خطوط شامل ہیں۔ جن کی سال بہ سال عددی صورت حال یہ ہے۔ ۱۹۳۰ء، ۲۔ ۱۹۳۱ء، ۴۔ ۱۹۳۲ء، ۲۲۔ ۱۹۳۳ء، ۱۲۔ ۱۹۳۴ء، ۸۔ ۱۹۳۵ء، ۵۔ یہ تمام خطوط ۵ شخصیات کے نام لکھے گئے ہیں جن میں میر سہراب خان ڈومبکی، میر تاج محمد خان ڈومبکی، محمد امین کھوسہ، محمد حسین عنقاؔ اور مولانا عبدالکریم شامل ہیں۔ ان میں سے ۳۸ خط محمد امین کھوسہ کے نام ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کے بے تکلفانہ قلبی مراسم دیگر شخصیات کے مقابلے میں سب سے زیادہ محمد امین کھوسہ سے تھے۔ مجموعے میں شامل آخری خط اپنے لکھے جانے کے ۴۳ سال کے بعد طبع کیا گیا ہے۔ اس لیے ان میں سے بہت سے خطوط مختلف اوقات میں مختلف ذرائع سے سامنے لائے جانے کے باعث متن کی کمی بیشی اور ردوبدل سے دوچار ہو کر پڑھے پڑھائے جارہے ہیں۔ حتیٰ کہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر کے مرتب کردہ خطوط بھی کئی مقامات پر انہیں کے شائع کردہ عکسی نقول کے مجموعے میں شامل خطوط سے میل نہیں کھاتے ہیں۔ لہٰذا مکاتیبِ یوسف عزیز مگسی کی تدوین نو کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ مستند متن سامنے آسکے جو یوسف عزیز مگسی کا منشا تھا۔

اگرچہ مذکورہ بالا مکاتیب کا زمانہ تحریر ۱۹۲۸ء سے ۱۹۳۵ء کا ہے مگر یہ ایک مجموعے میں سمٹ آنے کی وجہ سے بار بار چھوٹے بڑے تحقیقی مطالعات سے گزر چکے ہیں۔ اس لیے صرف وہی خط سامنے لائے جارہے ہیں جو ان کے ایسے بھولے بسرے خطوط ہیں جو لکھے جانے کے وقت ہی میں طبع ہو کر سامنے آئے تھے۔ پھر ان پر وقت کی دھول اس طرح جمی کہ ان کا ذکر بھی کہیں نہیں آسکا ہے۔ انہیں اصل ماخذات ساتھ سامنے لایا جارہا ہے۔

ہفت روزہ البلوچ، ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء کے صفحہ ۲ کالم ۲۔۴ اور بقیہ صفحہ ۷ کے کالم ۱۔۳ پر، یوسف عزیز مگسی کا طویل مکتوب، مضمون کی ہیئت میں غیر رسمی انداز سے بہ عنوان، کراچی کے دو بلوچ اخبارات کی قلمی جنگ نواب یوسف علیخان عزیزؔ مگسی بلوچ کی درمندانہ اپیل، شایع ہوا ہے۔ اخباری مراسلات میں جو سنجیدہ معاملات پر تحریر کیے جاتے ہیں ان میں بحث و تمحیث، تردید و تائید، اتفاق و اختلاف کے نکات کی گنجائشوں کے باوصف مضمون کی کیفیت پیدا ہو جانا فطری بات ہے۔ مذکورہ خط کی نوعیت توضیح، تشریح، تردید اور تنقید کی ہے۔ اس لیے یہ مراسلہ مائل بہ طوالت ہے اور مضمون کی طرز پر نکات کی سرخیوں پر مشتمل ہے۔ اشاعتی اغراض سے لکھے جانے والے مکاتیب کے بارے میں ڈاکٹر نسرین ممتاز بصیر لکھتی ہے:

> "یہاں تک کہ اس کا بھی امکان رہتا ہے کہ خط ارادی طور سے ایک مضمون یا انشائیہ ہو کر رہ جاتا ہے۔"(۱)

اس مکتوب کی ابتدا انہوں نے اپنے اس فارسی شعر سے کی ہے:

"نسبت حقہ جنگ کردن ہا کسے در فطرتم
چوں در آویزم بداں تنگ آمدم جنگ آمدم (عزیز)"(۲)

بیسویں صدی کے رائج اسالیب میں اصناف نثر میں اشعار سے استفادے کا قوی رجحان تھا۔ خطاب و تقاریر میں آج بھی پتر مغز، برمحل اور موضوع کی تشریح کرتے اشعار کو برتنا قابل تحسین سمجھا جاتا ہے۔ اسی لیے سیاسی شخصیات کی جانب سے لکھے جانے والے مضامین اور خطوط میں یہ روش عام ہے۔ ان کے یہاں بھی اشعار کی پیوندکاری سے جابجا کام لیا گیا ہے۔ ان کے استعمال کردہ اشعار شائستگی سے تلخ حقائق کو بیان کرنے کا کام انجام دیتے ہیں۔ مذکورہ مراسلے کی زبان و بیان سادہ، بامحاورہ اور مروج لب و لہجے کی حامل ہے۔ خط ان چار حصوں میں منقسم ہے۔ ۱۔ نواب مگسی کے خلاف سازش کا الزام۔ ۲، بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس، ۳۔ البلوچ کے مدیر معاون، ۴۔ حاصل کلام۔ مذکورہ خط میں اخبار، اتحاد بلوچاں، کی ریشہ دوانیوں اور غلط پالیسیوں کے خلاف لکھا گیا ہے۔ جس میں درج بالا سرخیوں کے تحت کئی نکات کی تردید مقصود ہے۔ خط سے اخبار البلوچ کی معاونت اور معاون مدیر محمد حسین عنقاؔ کی دفتر البلوچ میں تقرری کی حقیقت معلوم ہوتی ہے۔ یوسف عزیز البلوچ کی پالیسیوں سے خوش اور اتحاد بلوچاں

کی راہ راست پر آنے کے لیے دعا گو ہیں۔ خط میں برجستگی اور روانی پائی جاتی ہے۔ یہ خط یوسف عزیز مگسی کی سیاسی خدمات ،دونوں اخبارات کی تاریخی حیثیت ،بلوچستان کے سیاسی منظر نامے میں بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس کے آغاز واہمیت اور بلوچستان میں اردو مکتوب نگاری ذیل میں دستاویزی حیثیت رکھتا ہے۔ اور یوسف عزیز مگسی کے انفرادی اسلوب کو اجاگر کرنے میں معاون ہے۔ جو اس وقت کی باثر علمی اور ادبی شخصیات کے زیر اثر ہے۔ مجموعی طور پر ان کے خطوط کی نثر اپنے عہد کی صاف، پاکیزہ اور معیاری ادبی نثر میں شمار ہوتی ہے۔ جس کا اندازہ مذکورہ بالا خط کے اس اقتباس سے لگایا جاسکتا ہے۔

> "اتحاد بلوچاں، صحیح راہ پر نہیں جارہا اور ملک صیحہ سے اس قدر بھٹک گیا ہے کہ نیک و بد راستباز و منافق کے درمیان بھی تمیز نہیں کر سکتا۔ میرا دعویٰ ہے کہ میں ان جدید پارٹیوں اور پارٹی بازیونکی لعنت سے کوئی سروکار نہیں رکھتا جو ذاتی اغراض کے خیال سے قائم کیجارہی ہیں، اور میرا ایمان یہ ہے کہ ملک وملّت کیلئے ایسی پارٹیوں کا مقام ایک زبردست لعنت ہے۔"(۳)

اردو کی انجذابی قوت نے اسے عہد بہ عہد کئی تبدیلیوں سے دوچار کیا جس کی وجہ سے اسالیب، رجحانات اور لسانی تحریکات کا سلسلہ جاری رہا۔ یہی وجہ ہے کہ بیسوی صدی میں ہر نوع کی نثری تحریریں ملتی ہیں۔ جن میں انیسویں صدی کے لسانی ذائقوں کا اثر بھی غالب ہے۔ مدیر کے نام لکھے گئے خطوط میں ایڈیٹر کا لفظ مدیر کے متبادل استعمال ہوا ہے۔ انگریزی کا یہ متبادل اس وقت لفظ مدیر کے بہ جاے زیادہ مستعمل تھا اسی لیے مراسلہ نگاروں کی اکثریت اس انگریزی لفظ کا استعمال کرتی تھی۔ خطوط میں کئی اصناف نثر کی خوبیاں یک جا ہو جاتی ہیں۔ اس موضوع کی بحث میں زندگی کا کوئی بھی گوشہ ہو سکتا ہے۔ البلوچ کے مراسلوں میں مکتوب نگاری کے سب نمایاں پہلو موجود ہیں۔ بلوچستان کے سیاسی اکابرین کے مراسلے ان کی نجی زندگی کے ایسے شواہد مہیا کرتے ہیں جن سے ادبی تحقیق میں تحقیق وتدوین کے نئے در کھلتے ہیں۔

البلوچ ،ہفت روزہ ،۴ فروری ۱۹۳۴ء، کالم ۱۔۲، ص ۶ پر، نواب یوسف علی خان کی طرف سے بلوچستانی احباب کا شکریہ ، کے عنوان سے مراسلہ شایع کیا گیا ہے۔ جو خط کی غیر رسمی صورت میں ہے۔ اس مراسلے کا طرز تحریر مضمون نما ہے جو ان کی شخصی اہمیت اور زندگی کے شب و روز کا بیانیہ ہے۔ اس میں مکالمے، مضمون اور خطاب کی ملی جلی پر اثر فضا موجود ہے۔ یہ خط اشاعت کی غرض ہی سے تحریر کیا گیا ہے۔ اس کا انداز بیان سادہ اور لفظیات سلجھی ہوئی ہیں۔ اشعار، تلمیحات، ضرب المثل، محاورے، تراکیب ومرکبات کی گراں باری تحریر میں نہیں ہے۔ البتہ عہد جدید کے لسانی مذاق اور رویوں کے پیش نظر چند مقامات پر انگریزی الفاظ کا

استعمال کیاہے۔وہ انگریزی لفظ جن کے متبادلات اردو میں بہ کثرت برتے نہیں گئے یا پھر اردو کے الفاظ انگریزی لفظوں سے زیادہ دقیق معلوم ہوتے ہیں۔انہیں عوام الناس نے روزمرہ کا حصہ بنالیاہے اس مراسلے میں بھی ایسی مثالیں موجود ہیں۔اپنی صحت کے بارے میں اطلاعاً لکھاہے کہ "اب تک پانچ انجکشن کا کورس باقی ہے"، اسی طرح اپنی آئندہ مصروفیات کا بتاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "اسٹیٹ کونسل کے اجلاس میں شریک ہونگا"۔مراسلے سے مکتوب نگار کی شخصیت، فکری نہج اور سیاسی وابستگیوں کا علم ہوتا ہے۔بہ حیثیت سردار مزدور طبقے کے لیے بالخصوص اور بلوچستانی عوام کے لیے بالعموم ان کے اخلاص، انقلاب و آزادی کی خواہش،خط کے متن سے اجاگر ہوتی ہے۔بلوچستان میں اردو کی ادبی نثر کے آغاز و ارتقا میں یہ خطوط، مراسلے یا مکتوب موضوعات، ہئیت اور لسانیات کے افتراق و مماثلت کے مباحث کا آغاز کرتے ہیں۔مذکورہ خط یوسف عزیز مگسی کے اسلوب کا عکاس ہے۔اس خط کا اصل مدعا ان کی صحت کی خرابی کی اطلاع دینا اور مزدور طبقے کی حمایت کرنا تھا۔یہ خط ان کے قلبی احساسات کی ترجمانی کرتا ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

"میں اپنے آپ کو مزدور اور غریب طبقہ کا فرد سمجھکر ہمیشہ مسرت حاصل کرتا رہتا ہوں ۔ اس علالت کی حالت میں فرداً فرداً جواب دینا چونکہ متعذر ہے،لہذاالبلوچ کے ذریعے میں اپنے تمام بلوچستانی بھائیوں کی ہمدردی کا شکریہ ادا کرتے ہوئے، اللہ قادر سے التجا کرتا ہوں کہ بلوچستان کو باہم اتحاد و اتفاق کی نعمت ارزانی عطا کرے۔اور پھر سب کے قلوب وطن عزیز کی محبت سے لبریز کردے۔
اور ہمارے امرا اور صاحب ثروت طبقہ کو مزدور، کسان اور غریب طبقہ بلوچستان کی ۹۵ فیصدی آبادی کے ساتھ انسانی سلوک کی قدرت عطا فرمائے"(۴)

البلوچ کی مختلف اشاعتوں میں یوسف عزیز مگسی کے مراسلات شایع ہوتے رہے ہیں۔ان کے یہ مکتوب وعظ و نصیحت اور لائحہ عمل کا کردار ادا کرتے ہیں۔

البلوچ، کراچی ۱۲ فروری ۱۹۳۴ءنے ص ۷ پر ان کے دو خطوط بالترتیب اس طرح شایع کیے ہیں۔سندھ کے بلوچ بھائیونکی خدمت میں ایک دردمندانہ گزارش، کالم ا۔۲، پر ہے۔اس خط کے عین نیچے ادارتی نوٹ ہے جس میں مذکورہ خط میں بیان کردہ اصلاحات کو صرف سندھ کے بلوچ بھائیوں تک محدود رکھنے پر شکوہ کیا گیاہے۔خط کی اہمیت کے پیش نظر اسے سب بلوچوں کے لیے لازمی تصور کیاہے۔اس نوٹ کے نیچے، نواب محمد یوسف علی عزیز مگسی کی اہل سیوی سے اپیل، کی سرخی لگاکر دوسرا خط کالم ۳۔۴ پر شایع کیا گیاہے۔دونوں خط گزشتہ مراسلوں کی طرح بلوچستان کی انقلابی تصویر کو اجاگر کرتے ہیں۔اول الذکر میں قرآنی آیات سے استفادہ کرتے ہوئے اپنے

مؤقف کا اظہار کیا ہے۔یوسف عزیز مگسی کے خطوط میں مطالعہ احوال، تاریخ اور ادبی تاریخ کی خصوصیات دیگر مکتوب نگاروں کی نسبت زیادہ نمایاں ہیں۔جس کا ایک سبب ان کا اطلاعاتی انداز تحریر ہے۔کیوں کہ وہ اپنی موجودگی، بیماری، تندرستی کی تفصیل، اپنی حکمت عملی اور سیاسی تدبر کا بے لاگ اظہار کرتے ہیں۔ان کے ایسے خطوط تعلیقات و حواشی کا منبع ہیں۔ان میں اہم شخصیات کے بالواسطہ یا بلاواسطہ حالات و افکار کا مفصل یا اجمالاً تذکرہ موجود ہے۔اول الذکر خط میں، سندھ کے بلوچ بھائیوں سے خطاب کرتے ہوئے ان علاقوں میں، جہاں پچاس سے زائد بلوچ رہتے ہیں انہیں چند اصلاحات کے لیے مائل کیا گیا ہے۔انہیں آرگنائزیشن، بلوچ کانفرنس برانچ کمیٹی، کے نام سے بنانے کا مشورہ دیا ہے ساتھ ہی فضول رسومات سے اجتناب، زکوٰۃ کی رقم سے سکول قائم کرنے، گاؤں کے تمام باشندوں سے بہ حیثیت کمیٹی کے ممبر ہونے کے ایک آنہ فیس وصول کر کے سماجی بہبود پر خرچ کرنے، والنٹئیر کور قائم کرنے اور اس کمیٹی کا الحاق بلوچستان اینڈ آل انڈیا بلوچ کانفرنس سے قائم کرنے کی صلاح دی ہے۔خط کا انفرادی زاویہ انتخاب الفاظ ہے۔اس مراسلے میں انگریزی الفاظ و اصطلاحات بہ کثرت استعمال ہوئی ہیں۔آرگنائزیشن، برانچ کمیٹی، جنرل سیکرٹری ، رپورٹ، کانفرنس، فیس، ممبر کمیٹی، والنٹئیر کور۔مکتوب میں ان الفاظ کا استعمال اس انداز سے کیا گیا ہے:

> "جہاں اور جس گاؤں میں پچاس سے زائد بلوچ رہتے ہیں ان کی ایک آرگنائزیشن "بلوچ کانفرنس برانچ کمیٹی" کے نام سے بنائی جائے جسمیں باقاعدہ صدر و سیکریٹری کا تقرر ہو اسکے فرائض میں اپنی مقامی ضروریات جو مناسب ہوں کیساتھ ذیل کے مقاصد لازمی طور پر شامل ہونے چاہئیں۔"(۵)

مؤخر الذکر مکتوب، نواب محمد یوسف علی عزیز مگسی کی اہل سیوی سے اپیل، بھی ان کے شخصی اوصاف کا آئینہ دار ہے۔یہ مکتوب قاضی داد محمد کی حوصلہ افزائی اور اہل بلوچستان کو تجارت کی طرف رغبت دلانے کی غرض سے لکھا گیا ہے۔بہ حیثیت نواب، سردار اور قبیلے کے امیر کے کسی فرد واحد کی خدمت کو یاد رکھنا یوسف عزیز مگسی کے شخصی خاکے کو ابھارنے میں کلیدی کردار ادا کرتا ہے۔ان مراسلوں سے ان کی خاکہ نگاری ممکن ہے۔ان کی زندگی میں رونما ہونے والے چیدہ چیدہ واقعات سے ان کے شخصیت کے پوشیدہ محاسن و معائب کھل کر سامنے آتے ہیں۔یوں یہ مراسلے ادبی سطح پر خاکہ نگاری کا مواد فراہم کرتے ہیں۔مذکورہ خط سے یوسف عزیز مگسی کی تجارت سے متعلق سوچ کی عکاسی ہوتی ہے۔وہ لکھتے ہیں کہ:

> "تھوڑے دن گزرے ہیں کہ میں نے سنا ہے کہ قاضی داد محمد صاحب (جس نے گزشتہ سال قومی کام میں کافی حصہ لیا تھا) نے سیوی میں ایک دکان کھولی ہے، تمام

بلوچستانی بھائیوں کو معلوم ہے کہ میں تجارت کو خواہ وہ بالکل قلیل سرمایہ سے ہی شروع کی گئی ہو ترجیح دیتا آیا ہوں۔"(۶)

ان کے ایسے مراسلات جو اشاعت کی غرض سے لکھے گئے ہیں ان کا بنیادی موضوع مقامی سیاست اور سیاسی شخصیات کی ناہموار سیاسی حکمت عملی ہے۔ بالعموم انہوں نے ایسے مراسلے کسی خاص فکر کی تائید یا تردید میں ہی رقم کرتے ہوئے اپنی فکر کا اظہار کیا ہے۔ لیکن ان تمام مراسلوں میں ان کے انداز تحریر سے ادبی مزاج آشکار ہوتا ہے۔ اس لیے یہ مراسلے غیر محسوس طریقے سے بلوچستان کے اردو ادبی سرمائے میں نظری و فکری، تاریخی و سماجی، معاشی و معاشرتی رجحانات کی آب یاری کرتے چلے جاتے ہیں۔

یوسف عزیز مگسی کی تحریر کا ادبی رخ مضامین سے زیادہ مکاتیب میں کھلتا ہے۔ یوسف شہید نمبر میں جن پانچ مکاتیب کا انتخاب کیا گیا ہے ان میں موضوع اور اسلوب کی یک سانی پائی جاتی ہے۔ عبدالکریم بلوچ، محمد حسین عنقاؔ اور محمد امین کھوسہ کے نام لکھے گئے خطوط اشاعت کے پیش نظر نہیں لکھے گئے لہٰذا ان کی فضاء میں بے تکلفی اور روداد نویسی کا سلجھا ہوا ڈھنگ پایا جاتا ہے۔ ان کی دلی کیفیات، جلاوطنی کے آزار میں اٹھنے والی ہوک، آزادی کی بے مثال راحت کا احساس، وطن کی خاک، چرند پرند، آسمان، خاک اڑاتی ہوائیں، اس کی غربت افلاس، درماندہ عوام کا دکھ، ان سب کو بیان کرنے کے لیے مرقع نگاری، تصویر کشی اور کہانی پن کے فنی حربوں سے کام لیا گیا ہے۔ ان مکاتیب میں ان کا قلم بہ یک وقت ایک شاعر اور ادیب کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہیں۔ سیاست کے خشک مباحث اور کٹھور نظریات کو جذبات سے آمیز کرنا بہ ذات خود ادبی ہنر ہے۔ یہاں اسلوب سلجھا ہوا اردو ادب کے بڑے دھارے سے سیراب ہے۔ اردو کے مقبول اشعار اور مصرعے بر محل برتنے سے تحریر میں لطف پیدا ہو گیا ہے۔ مزاج کی نرمی اور لہجے کا دھیما پن تلخ حقیقتوں کو رومانیت سے ملمع کر دیتے ہیں۔ ان خطوط میں خط کی فطری رمزیت و اشاریت جو مکتوب نگار اور مکتوب الیہ سے منتھی ہے جا بہ جا مکتوب الیہ سے ان کی قربت کی سطح بیان کرتی ہے۔ محمد امین کھوسہ سے گفتگو کا انداز اور اس میں پوشیدہ بے پایاں اظہار عقیدت کا ڈھب ان سطروں سے عیاں ہے:

"میں نے بہت سعی کی کہ بھلایا جاؤں ہاں مردہ سمجھا جاؤں ہم سخن کوئی نہ ہو اور ہم زباں کوئی نہ ہو گر ڈوبنے میں گیا دریا ملا پایاب مجھے ۔یہ بھی نصیب نہ ہو سکا... بلوچستان کی بلوچستان کے جاہل باشندوں کی قسم ہے۔ کہ یوسف بلوچستان کے لیے رویا ہے۔ زیادہ اس لیے کہ وہ وہاں رہ کر کڑھتا تھا۔ مگر امین! میرے فلاسفر بھائی ۔یوسف اپنی افتاد طبیعت سے مجبور۔ہاں اپنے احساس کا شکار یوسف کیا کرے؟"(۷)

بلوچستان ہفت روزہ، ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء ، یوسف شہید نمبر صفحہ ۱۲ پر، بلوچستان کے عظیم ترین فرزند نواب یوسف علی خان عزیز مگسی کے چند گرانمایہ مکاتیب، کے عنوان سے ان کے خطوط چھاپے گئے ہیں۔ یہ مکاتیب کا انتخاب ہے جو یوسف شہید نمبر کے توسط سے سامنے لایا جارہا ہے۔ اس لیے یہ ایسے خطوط ہیں جس میں بلوچستان اور بلوچوں کے بہت اہم بنیادی مسائل، معاملات اور موضوعات کا احاطہ کیا گیا ہے۔ پہلا خط موضوع کے اعتبار سے سیاسی نوع کا ہے جو اخبار کے صفحہ ۱۲ کالم ۱تا۳، پر یکم دسمبر ۱۹۳۲ء کا محررہ ہے اور درج ذیل نکات پر مشتمل ہے۔

۱۔ بلوچ کانفرنس کے انعقاد اور اس میں شرکت کے لیے لگائی گئی حکومتی شرائط پر رد عمل ہے۔ جو جیکب آباد میں منعقد ہوئی اس سے قبل ڈیرہ غازی خان میں بھی اس کا ایک اجلاس ہو چکا تھا۔ اخبار البلوچ میں ان کی روداد شائع ہوتی رہی ہے۔ چوں کہ شہید نمبر میں شائع ہونے والے یوسف عزیز کے خطوط بلوچستان کے ابتدائی طبع شدہ خطوط میں ہیں اس لیے ان کی اہمیت، ادب، سیاست و صحافت ہر اعتبار سے مسلمہ ہے۔ مذکورہ خط میں مکتوب الیہ ندارد ہے۔ اس کے خط وخال روایتی خط نویسی سے ہٹ کر جدید طرز کے خطوط سے کشید ہیں۔ جن میں آداب والقاب کی پر تکلف فضاء سے اجتناب کیا گیا ہے۔ جس کی بڑی وجہ اس کا موضوع بھی ہے۔ سیاسی اکابرین کے براہ راست مخاطب بالعموم عوام ہوتے ہیں۔ اچھے قائد کی خوبی یہ بھی ہے کہ وہ اپنے مخاطب کی ذہنی ساخت اور اس کے علمی و سماجی پس منظر کو ذہن میں رکھتے ہوئے زبان و بیان، لہجے اور الفاظ کا چناؤ کرے۔ اس خط میں براہ راست بلوچستانیوں کو مخاطب کیا گیا ہے لہٰذا لفظی وروایتی تکلفات سے صرف نظر عین فطری ہے۔

۲۔ بلوچستان کی صوبائی حیثیت بر صغیر کے دیگر صوبوں کے متوازی ہو اور اس میں وہی اصلاحات اور حقوق تسلیم کئے جائیں جو باقی صوبوں کو حاصل ہیں۔ یہ نکتہ اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ وہ بلوچستان کو بر صغیر کے علاقوں کی طرح خوش حال دیکھنے کے خواہاں تھے جس کے لیے وہ ان طریقوں کی نشان دہی بھی کر رہے ہیں جن سے ان مسائل کا حل ممکن ہے۔ وہ اتحاد، اتفاق اور تنظیم نو پر زور دیتے ہوئے حکم کی صورت میں اظہار خیال کرتے ہیں:

> "اب میں جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب سے اپنی پوزیشن نمایاں کرنے کو درخواست کروں گا وہاں بلوچ بہائیوں اور ان بہائیوں کے جن حقوق بلوچوں سے مشترک ہیں۔ (یعنی بلوچ علاقے کے تمام باشندوں) کے نام بھی میرا پیغام ہے کہ ''درست ہو جاؤ یا مٹ جاؤ" (۸)

۳۔ بلوچستان کی دگرگوں سماجی و معاشی حالت کے اسباب اجاگر کئے ہیں۔ جو ان کی سیاسی پستی کا سبب بھی ہیں۔ ان میں توہم پرستی، قبیح رسومات کی پیروی اور تعلیم کی کمی کا بالخصوص ذکر ہے۔ جنھیں دور کرنے کے لیے وہ عملی جد

وجہد کررہے ہیں۔یوسف عزیز کی خواہش ہے کہ عوام میں بھی ان لغویات سے دامن چھڑانے کی امنگ پیدا ہو۔ان خیالات کا اظہار جابہ جاان کی ہر نوع کی صنف میں موجود ہے۔اور مکاتیب میں ان پر زور اس لیے ملتا ہے کہ خط تمام جذبات کا امین ہوتا ہے۔

بلوچستان ہفت روزہ ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء، یوسف شہید نمبر، ص۸ کالم ۳تا۴، ۲۵ مارچ ۱۹۳۴ء، محررہ بمبئی ،بہ عنوان الوداعی پیغام اہل بلوچستان کے نام، شایع کیا گیا ہے۔اخبار نے اسے مضامین کے زمرے میں شمار کیاہے۔جبکہ ہئیت و متن دونوں کے اعتبار سے یہ مکتوب ہے جو بہ غرض اشاعت لکھا گیا تھا۔جس میں یوسف عزیز کا مخاطب بلوچستان کے عوام ہیں۔وہ اپنی بیماری اور علاج کی صورت حال بتا کر یورپ جانے کی اطلاع دینا چاہتے تھے۔کلمات آغاز واختتام اور متن کے ڈھب سے اس تحریر کا مکتوب ہونا مسلم ہے وہ لکھتے ہیں:

"میرے وطن عزیز کے پیارے بھائیو!السلام علیکم میں دو ماہ کامل علاج کرانے کے باوجود شفا یاب نہیں ہو سکا لہذا مجبوراً یورپ جا رہا ہوں۔.... اچھا بھائیو!خداحافظ۔خدا کرے میں واپسی پر یہی مناظر دیکھ سکوں۔السلام علیکم۔میں ۲۷ ماہ حال کو روانہ ہو رہا ہوں پر الم آنکھوں خونریز دل کے ساتھ۔آپ کا درد سینہ میں دبا کر جانے والا۔عزیز مگسی از بمبئی محررہ ۲۵ مارچ ۱۹۳۴"(۹)

ڈاکٹر انعام الحق کوثر نے بھی مذکورہ تحریر کو اپنی کتاب، یوسف عزیز مگسی، میں خط شمار کیا ہے۔ان کے الفاظ یہ ہیں:

"چنانچہ ۱۹۳۴ء میں یوسف عزیز کو بظاہر بحالی صحت کیلئے اور درحقیقت جلاوطنی کے طور پر لندن روانہ کر دیا گیا۔آپ نے جاتے ہوئے بمبئی سے عنقا کو ایک خط برائے اشاعت ارسال کیا۔جس کا مضمون یہ تھا۔الوداعی پیغام اہل بلوچستان کے نام:(۱۰)

خط جن نکات پر مشتمل ہے وہ یہ ہیں۔

۱۔ بلوچستان کی اس عہد کی سیاسی بساط پر یوسف عزیز کی علمی بصیرت،سیاسی دانائی اور ترقی پسندانہ نظریات سے جو نتائج برآمد ہوئے ان کا تجزیہ خود انھوں نے بہ طور وضاحت عوام کے سامنے رکھا ہے۔بین السطور کم نظروں اور ظاہر بینوں کے ڈھکے چھپے الفاظ میں حکومت اور اس کے بہی خواہوں کے رویے سے شاکی ہیں ۔جس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ وہ جبراً بھیجے جارہے ہیں۔کیوں کہ وہ اپنی سرداری سے قبل اور مابعد کے واقعات کو سمجھنے اور ان پر غور کرنے کی استدعا کرتے ہیں۔

۲۔ خط میں حسب روایت گزارش کی ہے کہ ان کے قول و فعل سے اگر کسی کو تکلیف پہنچی ہے تو پر معذرت خواہ ہیں۔یہ خط چوں کہ ایک رہنمائے قوم کی طرف سے عوام ہی کے لیے ہے اس وجہ سے اس کی

عبارت میں معذرت، صفائی، تجزیہ اور حقائق بینی کی طرف متوجہ کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ سیاسی رہنماؤں کی زندگی میں بارہا ایسے موڑ آتے ہیں جب انھیں اپنے عمل پر جواب دہ ہونا پڑتا ہے۔ یوسف عزیز نے جلاوطنی سے قبل از خود اس عمل سے گزرنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ یہ خط شائستہ ادبی اسلوب کا حامل ہے۔ جس میں اشعار و تراکیب کا رواں بر محل استعمال، اشعار کی تشریح، آیت اور ان کا ترجمہ، سب تاریخی رومانیت کی یادگار ہیں۔ جن سے علمیت کی مہر تصدیق اور اپنی علمی برتری قائم رکھنا بھی مقصود تھا۔

دوسرا خط محمد حسین عنقا کے نام محررہ ۴ مئی ۱۹۳۴ء، ص ۱۳ کالم ایک پر موجود ہے۔ جس میں مقام تحریر نہیں لکھا گیا ہے البتہ متن سے عیاں ہے کہ خط لندن سے لکھا گیا ہے۔ جب وہ علاج کے لیے گئے تھے۔ یہ نجی نوع کا سیاسی موضوع پر لکھا ہوا خط ہے۔ جس سے چند پہلوؤں پر روشنی پڑتی ہے۔

۱۔ انہیں جھل کی سرادری سے معزول کر دیا گیا ہے۔ جس کی تصدیق ابھی نہیں ہوئی لیکن وہ اس خبر سے بھی مسرور ہیں کہ یہ بار اتر گیا ہے۔ عبدالعزیز کرد اور خان عبدالصمد خان اچکزئی ان دنوں جیل کاٹ رہے تھے۔ اور ان رفقاء کے جیل جانے کے بعد وہ اپنی سراداری کو لعنت سے زیادہ کچھ نہیں سمجھتے۔ خط کی آخری سطروں سے ان کیفیات کا اظہار یوں ہوتا ہے:

> "جھل کی سرداری کے بار سے مجھے آزاد کر دیا گیا ہے (اگر صحیح ہے تو الحمد اللہ صمد اور کرد کے جیل جانے کے بعد سرداری ایک لعنت تھی جس سے قدرت نے آزاد کر دیا۔) آپ کا بدنصیب ہمہ تن اشک عزیز مگسی ۴ مئی ۱۹۳۴" (۱۱)

گویا بلوچستان کے سیاسی منظر نامے کے مرکزی کردار یوسف عزیز مگسی :-عبدالعزیز کرد اور عبدالصمد خان اچکزئی کو معاون خاص سمجھتے تھے۔ جن کی عدم موجودگی اور تکلیف انھیں گوارا نہ تھی۔

۲۔ خط کے ابتدائی حصے میں اخبار بلوچستان جدید کا تذکرہ محمد حسین عنقا کی فرمائش کے حوالے سے آیا ہے۔ جو یوسف عزیز مگسی سے لکھنے کے لیے کی گئی تھی۔ جسے انہوں نے قبول کر لیا تھا۔ یہ فرمائش عندیہ ہے کہ بلوچستان کی اس عہد میں صحافت نامساعد حالات کے باوجود پنپ رہی تھی بل کہ غیر شعوری طور پر اس کے ساتھ اردو ادب بھی فروغ پا رہا تھا۔ ان اخبارات کا ذریعہ اظہار اردو زبان تھی۔ جو برصغیر کی مشترکہ زبان ہونے کی وجہ سے محدود مقاصد کو لا محدود امکانات تک لے جانے پر قادر تھی۔ ان اخبارات کے لیے لکھی جانے والی تحریریں گو بلوچستان کے مسائل آشکار کرتی تھیں لیکن ان سے آگاہی حاصل کرنے والے بڑے طبقات بلوچستان سے باہر بھی موجود تھے کیوں کہ یہ اخبار بلوچستان سے جاری نہیں ہوتے تھے۔ یوسف عزیز کے روابط برصغیر کی بڑی علمی و

صحافتی، سیاسی و سماجی شخصیات سے مستحکم چلے آتے تھے۔ لہٰذا ان کی تحریر سے اخبار اور اس کی انتظامیہ کے سیاسی نصب العین کا فروغ بہتر طور پر ممکن تھا۔

۳۔ مختصر سے اس خط میں ان کے دلی جذبات وطن سے محبت، وطن سے دوری کا قرب، عزیز و اقارب کے مصائب پر کڑھن، بلوچستان کے حالات سے مکمل آگہی کی خواہش، حیات و ممات کی فلسفیانہ تفہیم پر خامہ فرسائی کی گئی ہے۔

تیسرا خط مولانا عبدالکریم، ڈائریکٹر جامعہ عزیزیہ بلوچستان جھل مگسی کے نام لندن سے لکھا گیا ہے۔ جو کالم ۲ تا ۴ صفحہ ۱۲، محررہ ۶ جون ۱۹۳۴ء ہے اس کی خصوصیات یہ ہیں۔

ا۔ یہ خط یوسف عزیز مگسی کی وفات کے بعد شہادت نمبر میں شائع ہوا ہے۔ اس کا موضوع سیاست ہے۔ یہ مولانا کے نام ان کا ذاتی نوع کا خط ہے۔ انہوں نے جو چیزیں اشاعت کی غرض سے لکھی ہیں ان میں لہجہ نرم اور رمزیہ ہے۔ جب کہ مذکورہ خط میں کھل کر انگریز حکومت کی مخالفت کے ساتھ ساتھ اپنے سیاسی مؤقف کو بھی بیان کرتے ہیں۔ ابتدا کی ۲۴ سطروں کے بعد اصل مدعا کی طرف آتے ہیں جو خالصتاً سیاسی ہے۔ جس میں کانگریس، سول نافرمانی، سوراجی تحریک کا بہ طور خاص ذکر کر کے اپنی رکنیت، کسی پارٹی میں شرکت، کسی طبقے کی نمائندگی سے انکار کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنی جد وجہد کو بانتیجہ ہوتے نہیں دیکھتے۔ نہ بلوچستان کا تشخص ان کی رکنیت سے ممکن ہے۔

۲۔ یہ خط اس بات کی غمازی بھی کرتا ہے کہ مولانا عبدالکریم بلوچ کے کسی خط کے جواب میں لندن سے لکھا گیا ہے۔ جس میں مولانا کی طرف سے یا کسی اور سیاسی رہنما یا حکومت وقت کی جانب سے مولانا کے ذریعے انہیں عملی سیاست کی دعوت دی گئی ہے جو انھوں نے ٹھکرادی ہے۔

۳۔ خط میں ملا مصری، نور محمد عظمت خاں، دادو کو نام لے کر سلام بھیجے ہیں۔ جو والدہ کو لکھے گئے خط میں بھول گئے تھے۔ ان سطور سے یوسف عزیز مگسی کی اپنی والدہ سے قربت اور احباب سے وابستگی اظہار ہوتا ہے۔ محمد حسین عنقاؔ اور نسیم تلوی کے نام قوسین میں نمایاں کر کے لکھے ہیں اور ان اصحاب کے لیے میرے پیارے رفیقوں کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ جس سے ان اشخاص کی اہمیت کا اندازہ اور تعلق کی پختگی ظاہر ہوتی ہے۔

چوتھا خط محمد امین کھوسہ کے نام انگلستان سے لکھا گیا ہے۔ جس پر تاریخ و مقام دونوں موجود نہیں ہیں۔ صفحہ ۱۳ کالم ۲ تا ۳۔ انتہائی ذاتی نوع کا یہ خط جذبات سے مغلوب ہو کر جلا وطنی میں لکھا گیا ہے۔ لیکن اس کا غالب نکتہ بھی سیاست ہے جسے انتہائی ادبی پیرائے میں بیان کرتے ہیں۔ اس خط سے جو نکات کشید ہوتے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

ا۔ بلوچستان اور بلوچستانیوں کی زبوں حالی پر کڑھنے کے باوجود امید اور بے داری کی آب یاری کا جذبہ جلاوطنی کے آزار میں بھی قوی تر ہے۔ جو یوسف عزیز کے اخلاص کا واشگاف اظہار ہے۔ وہ بلوچستان کی ترقی و خوش حالی کو بہ شمول اپنی شخصیت کے، افراد کا مرہون منت نہیں سمجھتے۔ وہ بے داری کی چمک کو اصل محرک قرار دیتے ہیں۔ خط کے متن سے واضح ہوتا ہے کہ انہیں کسی اخبار کی ادارت، اسمبلی کی رکنیت، اور بہ طور سیاسی قائد کے منصب کی پیش کش کی گئی ہے۔ ان پہلوؤں کی وضاحت مولانا عبدالکریم کو گزشتہ خط میں بھی دے چکے ہیں۔ لیکن امین کھوسہ سے دل کی بات کھل کر کرتے ہیں:

"امین! بہتر ہے کہ بھلا دو اور اپنے حل پر رہنے دو، نہ لیڈری کی ہوس ہے نہ مدیر بننے کی ۔نہ سوراجسٹ پارٹی کے ٹکٹ پر اسمبلی کی ممبری کی خواہش ۔نہ ٹودی بنکر گورنمنٹ کی کرسیوں پر آراستہ و پیراستہ ڈنر کھانے کا شوق۔ البتہ وہ، ہاں وہی اپنی جاہلانہ بلوچی فطرت ،اسے نہیں چھوڑ سکتا آزادی یا موت ،یہ موجودہ کوزک بازی آپ کے ہندوستان کو مبارک ہو" (۱۲)

ان کا نصب العین بلوچستان کی آزادی ہے جس پر وہ دیگر جماعتوں کی طرح لیت ولعل پر آمدہ ہونے کی بہ جاے موت کو ترجیح دینا پسند کرتے ہیں۔

۲۔ یہ خط یوسف عزیز مگسی کی اس خواہش کو بھی سامنے لاتا ہے کہ ان کے مکاتیب کو اخبارات میں نہ چھاپا جائے۔ کیوں کہ وہ محمد این کھوسہ کو ''میں اب خطوں کی اشاعت کی ضرورت بھی نہیں سمجھتا آپ نے میرا پہلا خط میری صفائی کیلئے شائع کر دیا'' کہ کر انہیں آئندہ اس عمل سے رکنے کا اشارہ کر رہے ہیں۔ ساتھ وہ اپنی جدوجہد کو ایسا عمل تصور کرتے ہیں جسے وہ کسی صورت ترک نہیں کر سکتے۔

۳۔ والدہ سے خط و کتابت اور ان سے والہانہ عقیدت کا اظہار اس بات کا مظہر ہے کہ ان کے معاملات میں والدہ براہ راست حصہ لیتی تھیں۔ کیوں کہ محمد حسین عنقاؔ اور نسیم تلوی کا احوال انہیں اپنی والدہ کے موصولہ خط سے معلوم ہوا ہے۔

پانچواں خط بھی محمد امین کھوسہ کے نام نارتھ ویلز سے لکھا گیا ہے۔ گو کہ خط کے سرنامے اور اختتام پر تاریخ اور مقام درج نہیں ہے۔ لیکن خط کی تیسری سطر میں نارتھ ویلز میں ان کی موجودگی ثابت ہے۔ یہ خط کالم ۳ تا ۴ صفحہ ۱۳ پر شائع ہوا ہے۔ اس کا خط کا شمار بھی ذاتی خطوط میں ہوتا ہے۔ لیکن سیاسی شخصیات کے ایسے خطوط بھی کسی تاریخی دستاویز سے کم نہیں ہوتے۔ ان کی ذات کا حقیقی روپ انھی سے کھلتا ہے۔ یہ خط جن نکات کی نشان دہی کرتا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

عبدالعزیز کرد اور عبدالصمد خان اچکزئی کی قید، تاج محمد کی کامیابی کا تذکرہ نارتھ ویلز کے نظارے اور آرام کی توضیح کلیتاً ان کی جذبات کی آئینہ دار ہے۔ متن سے عیاں ہوتا ہے کہ محمد امین کھوسہ ان دنوں علی گڑھ میں زیر تعلیم تھے۔ ان مکاتیب میں جن اصحاب کا ذکر بارہا کیا گیا ہے۔ ان میں عبدالعزیز کرد، عبدالصمد خان اچکزئی، نسیم تلوی، محمد حسین عنقا سر فہرست ہیں۔ انہیں اپنے عہد کا سیاسی قافلہ کہنا مناسب ہو گا۔ چونکہ یہ تمام افراد پڑھے لکھے، متمدن، ملکی وغیر ملکی مدوجذر سے واقف اور عملی سیاسی وصحافتی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے ان کے مراسم فطری اور اہداف مشترک ہیں۔ یہ خط مشرق و مغرب اور بالخصوص بلوچستان کا ترقی یافتہ اقوام سے تقابل پیش کرتا ہے۔ خط نگار کی معتدل شخصیت نہ مغرب کے ہنر چھپاتی ہے نہ اہل مشرق کے عیبوں پر پردہ ڈالنا گوارا کرتی ہے۔ یہ ترقی پسندانہ، منصفانہ اور عالمانہ طرز عمل ہے۔ اس خط میں بھی انھوں نے غلامی کی بہترین صورت پر آزادی کی ہر شکل کو فوقیت دی ہے۔

پانچواں خط وہ مکتوب ہے جو لندن جانے سے قبل یوسف عزیز مگسی نے تاج محل بمبئی سے علاقہ جھل ارسال کیا، کی سرخی لگا کر صفحہ ۲۹ یوسف شہید نمبر ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء کالم ۱-۴ پر شایع کیا گیا ہے۔ یہی خط بعد ازاں مکاتیب یوسف عزیز مگسی، مرتبہ ڈاکٹر انعام الحق کوثر میں بھی شامل کیا گیا ہے۔ جو چار عشروں تک گم گشتہ رہنے کے بعد ۱۹۷۶ء میں منظر پر آیا تھا۔ یہ خط کئی پہلوؤں سے اہمیت کا حامل ہے۔ یہ کسی فرد واحد کے نام نہیں ہے۔ اس کا متن تین حصوں پر مبنی ہے۔ ہر حصے میں جداگانہ عوامل پر بات کی گئی ہے۔ اور ہر حصے کے مخاطین بھی جدا ہیں۔ آغاز برادران عزیز کے عنوان سے نمبر شمار درج کر کے اس ترتیب سے یوں نام لکھے گئے ہیں۔ ''۱۔ میر محبوب علیجان ناظم جھل مگسی ۲۔ میر لطف علیجان افسر مال ۳۔ مولوی عبدالکریم ناظم تعلیمات ۴۔ میر حسین بخش خان اسسٹنٹ ناظم ۵۔ میر گوہر خان اسسٹنٹ ناظم ۶۔ میر عظیم خان معاون افسر مال ۷۔ مسٹر گل محمد اسسٹنٹ افسر مال''۔ ان اصحاب کو انھوں نے ان کی ذمہ داریوں سے عہدہ براہ ہونے کی تلقین ودعا، اتحاد واتفاق پر قائم رہنے کی صلاح، قوم کی خدمت اوران کی عدم موجودگی میں ان کے بنائے ہوئے لائحہ عمل پر چلنے کی نصیحت کی ہے۔ یہ خط انھوں نے بیماری کے سلسلے میں لندن روانہ ہونے سے قبل لکھا ہے۔ چوں کہ مخاطبین ریاست جھل کے اعلی عہدے دار، منتظمین اور معتمدین ہیں اس لیے ان سے ریاستی امور، بلوچستانی سیاست اور عوام سے ان کے تعلق کی نوعیت پر خصوصی توجہ، اظہار جذبات، آنے والے نامساعد حالات پر ناخدا بن کر ثابت قدم رہنے کی خواہش کا برملا اظہار ہے۔ یہ خط اس لیے بھی اہم کہ یوسف عزیز مگسی نے ان شخصیات کو مطلع کیا ہے کہ انھوں نے دستور العمل اور اس کی مختصر کیفیت لکھ کر سات صفحوں کا مفصل خط پی اے قلات کو بھیجا ہے۔ جس میں بہ وقت

ضرورت ان اصحاب کی مدد کرنے کی ہدایت بھی کر دی گئی ہے۔ ساتھ ہی اس خواہش کا عندیہ بھی دیا ہے کہ اتحاد واتفاق کی ایسی فضا ہو کہ مدد کی نوبت نہ آئے۔ وہ لکھتے ہیں:

"آپ سب کو معلوم ہونا چاہئے کہ میری غیر حاضری میں اخلاقاً ، قانوناً ، رواجاً اور مذہباً تمام ذمہ داری آپ لوگوں کے سر پر عائد ہو رہی ہے اور ملی و قومی کشتی کو حوادث زمانہ کی بے پناہ لہروں سے بچاتے ہوئے ایک تجربہ کار اور کہنہ مشق ناخدا کی حیثیت میں ساحل تک لیجانے کی کفالت آپ کی گردنوں پر ہے ۔ آپ سب کے کام تقسیم شدہ ہیں حسب دستورالعمل اس پر گامزن رہئیے میں نے پی اے قلات کو سات صفحوں کے ایک مفصل خط کے ذریعے دستورالعمل اور اسکی مختصر کیفیت لکھکر بھیجی ہے اور اسکو یہ بھی لکھا ہے کہ وہ بوقت ضرورت آپ لوگونکی مدد کریں مگر مردانگی تو اس میں ہے کہ آپ میرے آنے تک ایسی فضا ایسا ماحول ایسی سرگرمی اور باہمی اتفاق واتحاد کی ایک عالمگیر روح پیدا کریں کہ مدد کی ضرورت ہی نہ پڑے "(۱۳)

اس خط میں یوسف عزیز مگسی نے ایک قائد ہونے کی ذمہ داری کو نبھایا ہے۔ وہ ان کم زوریوں سے اپنے عہد داروں کو بھی دور رکھنا چاہتے ہیں جو بلوچستان کے وسیع تر مفاد کو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔

خط کا دوسرا حصہ خاص بنام محبوب سے شروع ہوتا ہے۔ یہ حصہ انتہائی ذاتی نوع کا ہے۔ جس میں بھائی محبوب سے اپنی دلی کیفیت ، جذبات واحساسات، اس سے اپنے فکری اختلاف کے باوجود روحانی و قلبی تعلق و وارفتگی کا اظہار کیا ہے۔ جسے دوروحوں کی محبت سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر اسی محبت کا واسطہ دے کر خیرات وبھیک مانگنے کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے بے حد جذباتی ہو کر ان سے اپنی عدم موجودگی میں تمام کارکنوں کو اپنا بھائی بازو سمجھ کر ان سے کام لینے، غفلت پر ٹوکنے اور چستی پر انعام دینے اور قومی مفاد کو شخصی مفاد پر ہر وقت افضل و پاک سمجھنے کا عہد لیتے ہیں۔ یہ حصہ اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے پیچھے محبوب علی خان کو اپنا نائب بنا کر گئے تھے۔ ورنہ وہ ان سے یہ مطالبات نہ کرتے۔ اس سے ایک طرف بلوچستان کی بالخصوص وہ قیادت جو ریاست جھل سے وابستہ تھی اسے آگاہ کرنا بھی مقصود تھا کہ ان کی غیر موجودگی میں محبوب خان وہی کام انجام دیں جو وہ خود دے رہے تھے اور دیگر عہد داروں پر ان کی اطاعت لازمی ہو گی۔ اسی خط میں بھائی سے والدہ کا تذکرہ انتہائی عقیدت واحترام سے اس طرح کیا ہے کہ ایک بیٹے کے سچے جذبات، دوری کا اذیت ناک احساس، ماں کا بیٹے سے جدا ہونے پر ردعمل اس کی غم ناکی سب نمایاں ہو کر ان کی حساسیت کا پیکر بن گیا ہے۔ وہ بھائی کو والدہ کی خبر گیری، دل جوئی اور حکم کی بجا آوری کی

تاکید کرتے ہیں۔ دنیا میں صرف والدہ ہی ہیں جن کی مسرت و قہقہے ان کی دل بستگی کا سامان کر کے انھیں اپنی طرف کھینچنے کی قوت رکھتے ہیں۔ ان کے بعد اپنے بھائیوں کو وجہ خوشی سمجھتے ہیں۔ ساتھ ہی وہ والدہ کو صبر واستقلال کا آخری پیغام بھائی کے توسط سے دیتے ہوئے مطلع کرتے ہیں کہ اگر وہ بے قرار، حزن و ملال میں رہیں تو یہ ان کی بیماری میں بڑھاوے کا سبب بنے گا۔ والدہ کے لیے جو پیغام انھوں نے چھوڑا ہے اس کا انفرادی زاویہ ہے کہ یوسف عزیز نے یہ سب ہدایات بھائی کے ساتھ ساتھ مولوی رسول بخش کو بھی دی ہیں۔

خط کا تیسرا حصہ، خصوصی ناظم تعلیمات کے نام مدارس کے رفقاکار، کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں انہیں مایوسی سے بچنے، تعلیم کے عام کرنے اپنے فراض سے آگاہی اور ان کے ادا کرنے، انقلاب زمانہ میں تعلیم کی اہمیت کو پھیلانے کی ہدایت کرتے ہیں۔ ماتحت عملے کو پیار و سلام کہتے ہیں۔

خط کا چوتھا حصہ جامعہ عزیزیہ کے بچوں کے نام سے شروع ہوتا ہے۔ جس میں دعا کے فوراً بعد انہیں آئندہ آنے والے وقت میں برق بن کر چمکنے، بادل بن کر برسنے، طوفان بن کر بہنے کا درس، بلوچستان کی زبوں حالی اوراس کے مفلوک عوام کی درماندگی کی تصویر کھینچ کر دیا ہے۔ جو طالب علموں میں کچھ کر گزرنے کی امنگ جگانے اور انہیں اقوام عالم کے ساتھ قدم سے قدم ملانے کی تیاری پر مائل کرنے کی بے لوث کاوش ہے۔ یہ خط ان کی بیماری، جلاوطنی، بلوچستانی سیاست، معاشرت اور خود ان کے ذاتی معاملات میں تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اس خط کا تذکرہ ان کے مکاتیب کے سلسلے میں کہیں اور نہیں ملتا۔ ڈاکٹر انعام الحق نے مکاتیب یوسف عزیز مگسی میں بھی جن خطوط کو مرتب کیا ہے ان میں شامل نہیں ہے۔ البتہ اسی یوسف شہید نمبر میں مولانا عبدالکریم نے یہ عنوان ،سوانح عمری مجاہد ملت، غازی دین متین نواب محمد یوسف علی خان عزیز مگسی بلوچ، میں اس خط کا اقتباس والدہ سے ان کی محبت بیان کرنے کے لیے بہ طور حوالہ دیا ہے۔ یہ طویل خط انہوں نے اپنے مخاطب کردہ معتمدین کو ارسال کیا ہے۔ جب یوسف عزیز نمبر مرتب کیا گیا تب اسے موضوعات کی وسعت، نصیحت و وعظ، ان کی خواہش و انقلاب کے پیش نظر شائع کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ خط میں ناموں کے ساتھ نمبر شمار اخبار انتظامیہ نے ازخود لگائے ہیں۔ یہ خط ان ہدایات کا مجموعہ ہے جن پر نہ صرف ریاست جھل بل کہ بلوچستان کی سیاسی، معاشرتی و معاشی حیات کی بقا کا انحصار ہے۔ لیکن بھائی اور والدہ سے ان کے تعلق کی پختگی، اس کی شدت، باہمی رویے، اتفاق و اختلاف، محبت و جذبات، کی جو تصویر اس خط میں ملتی ہے وہ ان کے کسی اور خط میں مفقود ہے۔ یوسف عزیز تاکید واحتیاط کا درس دیتے ہوئے اپنی ذات سے وابستہ کسی گوشے کو نہیں بھولے۔ خانگی و قبائلی زندگی کا ہر باب پیش نظر ہے۔ اس کی ایک وجہ اس وقت ان کے ساتھ حکومت اور اس کے بہی خواہوں کا رویہ ہے۔ وہ لندن میں قیام اور اپنی واپسی پر بے یقینی کا شکار ہیں۔ اس لیے ہر ذی شعور اور پیش بیں کی طرح انھوں نے عمدہ پیرایہ اختیار کیا ہے۔

ان کے مکاتیب روایتی نہیں ہیں۔ ان میں القاب و آداب کی درباری رسم نبھانے کی بہ جاے غالب کی روش التفات و مکالمہ اختیار کی گئی ہے۔ در حقیقت غالب کی مکتوب نویسی سے اردو خطوط نگاری کے مروجہ اسلوب کی ابتدا ہوئی۔ غالب نے اپنائیت کا طریقہ اختیار کیا تھا۔ القاب وآداب حد فاصل کو بڑھا دیتے ہیں۔ پھر ان کے استعمال کی کثرت سے ایک خاص طبقہ ہی مسرور ہوتا تھا۔ چناں چہ مراسلہ کو مکالمہ بنانے کی جو ترکیب غالب کو سوجھی اس نے ایک طرف خط کو اصناف نثر کی صف میں کھڑا کر دیا تو دوسری جانب عوام کو حال دل اپنی زبان میں کہنے کا ہنر سکھایا جو اس سے پہلے موجود نہ تھا۔ ان کے خطوط میں کہانی کی طلسماتی کیفیت، اشعار کا بہ کثرت استعمال ،عالمانہ اسلوب اور تراکیب مولانا ابو الکلام آزاد کے اسلوب سے اکتساب فیض کا اور بے تکلفی غالب کے مطالعے کا نتیجہ ہے۔ البتہ وہ اپنی کیفیت کے بیان میں بعض اوقات نامانوس لفظ سازی بھی کرتے ہیں۔ جیسے محمد امین کھوسہ کو لکھتے ہیں "گھریلی فضاء جس میں ایک معمولی سے تارہ کی چمک سے محروم یوسف"۔ یوسف عزیز اور ان کے رفقا پڑھے لکھے باشعور طبقے سے تھے۔ جن کے قلم سیاسی، معاشی اور سماجی انقلاب کے خواہاں تھے۔ یہ سب اس وقت ممکن تھا جب انہیں اپنے عہد کی تبدیلیوں سے گہری واقفیت ہوتی۔ انیسویں صدی کا نصف اول اقوام عالم میں انقلاب کا دورانیہ شمار ہوتا ہے۔ جو بے شمار ادبی انقلاب لانے کا موجب بنا بالخصوص اردو ادب میں موضوعات و اسالیب، رجحانات و تحریکات کا سیلاب امڈ آیا۔ ایسے میں بلوچستان کے قلم کار اس سے بے خبر نہیں رہ سکتے تھے۔ ان خطوط میں یوسف کی انقلاب پسندی، جدت طرازی اور کلاسیکی مزاج سب کے یک جا ہو جانے سے انفرادی اسلوب جنم لیتا ہے۔ جو بلوچستان کے اردو ادبی پس منظر میں با آسانی پہچانا جا سکتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ نسرین ممتاز بصیر، ڈاکٹر، خط کا مفہوم، تعریف اور اردو مکتوب نگاری کی روایت، مشمولہ مجلہ تحقیق جنوری۔جون ۲۰۱۲ء، جام شورو، ص ۹۔

۲۔ یوسف عزیز مگسی، خط مطبوعہ ہفت روزہ البلوچ، ۲۴ ستمبر ۱۹۳۳ء، کراچی، ص ۲۔

۳۔ ایضاً، ص ۲۔

۴۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ہفت روزہ، البلوچ، ۴ فروری ۱۹۳۴ء، کراچی، ص ۶۔

۵۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ہفت روزہ، البلوچ، ۱۲ فروری ۱۹۳۴ء، کراچی، ص ۷۔

۶۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ایضاً، ص ۷۔

۷۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ہفت روزہ بلوچستان، ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء، کراچی، ص ۱۳۔

۸۔ ایضاً، ص ۱۲۔

۹۔ یوسف عزیز مگسی، خط مطبوعہ، ایضاً، ص ۸۔

۱۰۔ انعام الحق، کوثر، ڈاکٹر، یوسف عزیز مگسی، ۲۰۰۴ء، کوئٹہ، سیرت اکادمی بلوچستان، ص ۲۱۔

۱۱۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ہفت روزہ، بلوچستان ۳۰ مئی ۱۹۳۶ء، کراچی، ص ۱۳۔

۱۲۔ یوسف عزیز، مگسی، خط مطبوعہ، ایضاً، ص ۱۳۔

۱۳۔ ایضاً، ص ۲۹۔